دار الإفتاء

اہلِ کتاب سے نکاح اور اس کے اثرات واحکامات

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

گزارش عرض ہے کہ میں ایم فل کی سطح پر علومِ اسلامیہ کا مقالہ لکھ رہی ہوں، مقالے کا عنوان ہے:

''اہلِ کتاب سے نکاح اور اس کے اثرات''

آپ حضرات اس بارے میں شرعی رہنمائی کرتے ہوئے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔

❶-اہلِ کتاب عورت سے شادی کی صورت میں نکاح کس مذہب کے مطابق پڑھایا جائے گا؟

❷-مسلمان مرد اہلِ کتاب کے چرچ میں جاکر نکاح کرتا ہے تو کیا یہ شادی جائز سمجھی جائے گی؟

❸-اہلِ کتاب بیوی پر غسل وطہارت کے بارے میں کیا احکامات لاگو ہوں گے؟

❹-اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچوں کے نام عیسائیوں کے نام پر رکھنا کیسا ہے؟

❺-کیا مسلمان مرد اپنی اہلِ کتاب بیوی کو سور کھانے اور شراب پینے سے منع کرسکتا ہے؟

❻-اگر اہلِ کتاب بیوی سور اور شراب کا استعمال اپنے مسلمان شوہر کے سامنے کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

❼-مسلمان مرد اپنی اہلِ کتاب بیوی کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کھا سکتا ہے؟

❽-مسلمان بچے اپنی اہلِ کتاب ماں کی کس حد تک فرمانبرداری کرسکتے ہیں؟

❾-اہلِ کتاب ماں اپنی اولاد کو چرچ وغیرہ میں لے جاسکتی ہے؟

❿-اہلِ کتاب بیوی اپنی عبادات اور مذہبی تہوار کس حد تک اپنے مذہبی طریقے سے ادا کرسکتی ہے؟

⓫-اگر مسلمان شوہر اپنی اہلِ کتاب بیوی کو طلاق دینا چاہے تو اس کا کیا طریقہ کار ہوگا؟

⓬ - اہلِ کتاب بیوی پر پردے کے بارے میں کیا احکامات لاگو ہوں گے؟

⓭ - شوہر کی وفات کی صورت میں اہلِ کتاب بیوی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟

⓮ - شوہر کے فوت ہونے کی صورت میں اہلِ کتاب بیوی پر عدت کے بارے میں کیا احکامات لاگو ہوں گے؟ اور شوہر کی وراثت میں اس کو کتنا حصہ ملے گا؟

⓯ - اہلِ کتاب بیوی اگر فوت ہوجائے تو اس کی تجہیز وتکفین کس مذہب کے مطابق ہوگی؟

⓰ - اہلِ کتاب بیوی کی میراث میں مسلمان شوہر کو کتنا حصہ ملے گا؟ اسی طرح مسلمان شوہر کی میراث میں اہلِ کتاب بیوی کو کتنا حصہ ملے گا؟

⓱ - اہلِ کتاب بیوی کے مذہبی معاملات مثلاً گرجا کی تعمیر وغیرہ میں مسلمان شوہر کتنی مدد کرسکتا ہے؟ اہلِ کتاب بیوی اپنے مسلمان شوہر کی کمائی سے اپنے مذہبی نظریات کا پرچار کرسکتی ہے؟

قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ سائلہ: ڈاکٹر کوثر فردوس، اسلام آباد

الجواب باسم ملهم الصواب

اصل جوابات سے قبل چند امور ملاحظہ ہوں:

اول: یہ کہ کتاب سے کیا مراد ہے؟

دوم: یہ کہ قرآن وحدیث کی اصطلاح میں اہلِ کتاب سے مراد کون لوگ ہیں؟

سوم: یہ کہ کیا اہلِ کتاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگ اپنی کتاب پر صحیح طور سے ایمان و عمل رکھتے ہوں؟

یہ تو ظاہر ہے کہ کتاب سے مراد اس کے لغوی معنی (یعنی ہر لکھا ہوا ورق) تو ہو نہیں سکتے، (وہی کتاب مراد ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف سے آئی ہو، اس لیے باتفاقِ امت کتاب سے مراد وہ آسمانی کتاب ہے جس کا کتاب اللہ ہونا بتصدیقِ قرآن یقینی ہو) جیسے تورات، زبور، انجیل، صحفِ موسیٰ وابراہیم وغیرہ۔ اس لیے وہ قومیں جو کسی ایسی کتاب پر ایمان رکھتی ہوں جس کا کتاب اللہ ہونا قرآن وسنت کے یقینی ذرائع سے ثابت نہیں، وہ قومیں اہلِ کتاب میں داخل نہیں ہوں گی، جیسے مشرکینِ مکہ، بت پرست، ہندو، مجوس، آریہ، سکھ، وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہود ونصاریٰ جو تورات وانجیل پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ باصطلاحِ قرآن اہلِ کتاب میں داخل ہیں۔

اب رہا یہ معاملہ کہ یہود ونصاریٰ کو اہلِ کتاب کہنے اور سمجھنے کے لیے کیا یہ شرط ہے کہ وہ صحیح طور پر اصلی تورات وانجیل پر عمل رکھتے ہوں؟ یا محرف تورات اور انجیل کا اتباع کرنے والے اور عیسیٰ ومریم علیہما السلام کو خدا کا شریک قرار دینے والے بھی اہلِ کتاب میں داخل ہیں؟ سو قرآن کریم کی بے شمار تصریحات سے

واضح ہے کہ اہلِ کتاب ہونے کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ وہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہوں اور اس کے اتباع کرنے کے دعویدار ہوں، خواہ وہ اس کے اتباع میں کتنی گمراہیوں میں جا پڑے ہوں۔

اس تفصیل کے بعد یہ واضح ہو کہ مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے کسی بھی صورت میں جائز نہیں، خواہ کفر کی کوئی بھی قسم ہو۔ اسی طرح مسلمان مرد کا نکاح بھی کسی کافر عورت سے جائز نہیں، البتہ اگر عورت اہلِ کتاب میں سے ہو تو اس سے مسلمان مرد کا نکاح ہوسکتا ہے۔ ①

لیکن آج کل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں سے ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو اپنی مردم شماری کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی کہلاتے تو ہیں، مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں۔ نہ تورات و انجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں اور نہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا نبی و پیغمبر تسلیم کرتے ہیں، لہٰذا جن یہود و نصاریٰ کے متعلق یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوجائے کہ وہ خدا کے وجود ہی کو نہیں مانتے یا حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا نبی نہیں مانتے، وہ اہلِ کتاب کے حکم میں داخل نہیں اور ان سے نکاح جائز نہیں۔

لیکن یہ بھی واضح رہے کہ جمہور صحابہؓ و تابعینؒ کے نزدیک اگرچہ از روئے قرآن اہلِ کتاب عورتوں سے فی نفسہٖ نکاح حلال ہے، لیکن ان سے نکاح کرنے پر جو دوسرے مفاسد اور خرابیاں اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے، بلکہ پوری امتِ اسلامیہ کے لیے از روئے تجربہ لازمی طور سے پیدا ہوں گی، ان کی بنا پر اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کو وہ بھی مکروہ سمجھتے تھے۔

علامہ ابوبکر جصاصؒ نے ''أحکام القرآن'' میں شقیق بن سلمہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جب مدائن پہنچے تو وہاں ایک یہودی عورت سے نکاح کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو ان کو خط لکھا کہ اس کو طلاق دے دو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ کیا وہ میرے لیے حرام ہے؟ تو پھر امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں حرام نہیں کہتا، لیکن ان لوگوں کی عورتوں میں عام طور پر عفت اور پاکدامنی نہیں ہوتی، اس لیے مجھے خطرہ ہے کہ آپ لوگوں کے گھرانے میں اس راہ سے فحش و بدکاری داخل نہ ہوجائے۔ اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الآثار'' میں اس واقعہ کو بروایتِ امام ابوحنیفہؒ اس طرح نقل کیا ہے کہ دوسری مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو اس کے الفاظ یہ تھے:

''أعزم علیك أن لا تضع کتابي حتی تخلي سبیلها، فإني أخاف أن یقتدیك المسلمون فیختاروا نساء أهل الذمة لجمالهن وکفی بذلك فتنة لنساء المسلمین.'' (کتاب الآثار، ص: ١٦٥)

''یعنی آپ کو قسم دیتا ہوں کہ میرا یہ خط اپنے ہاتھ سے رکھنے سے پہلے ہی اس کو طلاق دے کر

آزاد کردو، کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ دوسرے مسلمان بھی آپ کی اقتداء کریں اور اہلِ ذمہ اہلِ کتاب کی عورتوں کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے مسلمان عورتوں پر ترجیح دینے لگیں تو مسلمان عورتوں کے لیے اس سے بڑی مصیبت کیا ہوگی۔''

اس واقعہ کو نقل کر کے حضرت امام محمد بن حسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: فقہائے حنفیہ اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ اس نکاح کو حرام تو نہیں کہتے، لیکن دوسرے مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے مکروہ سمجھتے ہیں، جیسا کہ فتاویٰ شامی (ج:۳، ص: ٤٥، ط، سعید) میں ہے:

''ویجوز تزوج الکتابیات والأولی أن لا یفعل إلا للضرورة.''

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس زمانے میں جو کہ خیر القرون تھا اور اس زمانہ کی عیسائی عورتیں مذہب پرست اور کتابی بھی تھیں، عیسائی عورتوں کے متعلق یہ ممانعت فرمائی تھی، تو آج کا دور تو بے انتہا فساد کا دور ہے، آج کے دور میں ان عیسائی اور یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقاتِ ازدواج تو بالکل ان مسلمانوں کے دین اور دنیا کو تباہ کردینے والے ہیں، جس کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ نیز ہمارے اس دور میں نہ صحیح کتابیت ہے نہ مذہبیت، بلکہ دہریت اور سراسر سائنس پرستی ہے۔ اس وقت زیادہ ضروری ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ممانعت پر عمل کیا جائے اور نکاح نہ کیا جائے۔ تفسیر حقانی میں ہے:

''آج کل کے ملاحدۂ یورپ تو ہرگز عیسائی شمار نہیں ہوں گے۔'' (ج:۴،ص:۱۱)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لیکن اس زمانے میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری و سائنس پرست ہیں، ایسوں کے لیے یہ حکم جوازِ نکاح کا نہیں ہے۔''

(امداد الفتاوی، ج:۲،ص:۲۴۱، ط: مکتبہ دار العلوم کراچی)

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ ''معارف القرآن'' میں فرماتے ہیں:

''الغرض قرآن و سنت اور اسوۂ صحابہؓ کی رو سے مسلمانوں پر لازم ہے کہ آج کل کی کتابی عورتوں کو نکاح میں لانے سے کلی پرہیز کریں۔'' (ج:۳،ص:۶۴، ادارۃ المعارف، کراچی)

اس ضروری تمہید کے بعد آپ کے سوالات کے جوابات بالترتیب ملاحظہ ہوں:

❶ - اسلام میں کسی غیر مسلم مشرکہ عورت سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ.'' (سورۂ بقرہ، آیت:۲۲۱، پارہ:۲)

ترجمہ: ''اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجاویں۔'' (بیان القرآن)

لیکن غیرمسلموں میں سے صرف اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے، اور وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ نکاح کی حلت وحرمت میں اہلِ کتاب کا اصل مذہب موجودہ زمانے تک اکثر چیزوں میں اسلامی شریعت کے مطابق ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ اہلِ کتاب میں پایا جاتا ہے، وہ جاہل عوام کی اغلاط ہیں، ان کا مذہب نہیں، لہٰذا اگر مخصوص کرکے اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت دی بھی گئی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ نکاح انہیں کے طریقہ پر پڑھایا جائے یا جس بھی طریقہ سے چاہے پڑھایا جائے، بلکہ نکاح اسلامی طریقہ سے ہی پڑھایا جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مسلمان عورتوں اور اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کا حکم ایک ہی ساتھ بیان کیا اور جو طریقہ مسلمان عورتوں سے نکاح کا بتلایا کہ باقاعدہ ان کا حق مہر ادا کرکے ان سے نکاح کرو، وہی طریقہ اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کا بھی بتلایا۔ (۲)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مسلمان مرد کی اہلِ کتاب سے شادی کی صورت میں نکاح مذہبِ اسلام ہی کے مطابق پڑھایا جائے گا، جس میں باقاعدہ روبرو گواہوں کے ایجاب وقبول ہوگا۔

۲- اگر مسلمان مرد نے اہلِ کتاب عورت سے اس کے چرچ میں جاکر اس کے مذہبی قواعد کے مطابق شادی کی تو یہ شادی معتبر نہیں ہوگی، لہٰذا توبہ واستغفار اور ازسرِنو نکاح پڑھنے کا حکم عائد ہوگا۔ لیکن اگر چرچ میں جاکر اسلامی طریقہ سے شادی کی ہو تو یہ شادی معتبر تو ہوجائے گی، اس لیے کہ نکاح کے لیے ایجاب وقبول ضروری ہے، جہاں کہیں بھی ہو، کسی مکان کے ساتھ خاص نہیں، لیکن پھر بھی کراہت سے خالی نہیں۔ کتابوں میں ایسے شخص کو تعزیری سزا دینے کا ذکر ہے جو ان کے عبادت خانوں میں آنا جانا رکھتا ہو۔ نیز نکاح کے لیے مستحب ہے کہ مسجد یا دیگر مبارک مقامات پر ہو، جب کہ گرجا چرچ وغیرہ شیاطین کے جمع ہونے کی جگہیں ہیں۔ (۳)

۳- واضح رہے کہ اسلام اپنے پیروکاروں اور ماننے والوں کو طہارت و پاکیزگی کی ترغیب دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام جنابت، حیض، نفاس اور مباشرت کے بعد طہارت کے واسطے غسل کرنے کو لازم ٹھہراتا ہے۔ (۴)

لیکن چونکہ یہ اسلام کا خالص مذہبی معاملہ ہے، اس لیے ایک اہلِ کتاب عورت کو اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا اگر اہلِ کتاب جنابت، حیض ونفاس اور مباشرت کے بعد غسل وطہارت کو لازم نہیں سمجھتے ہوں، تو ایک مسلمان مرد کے لیے اپنی اہلِ کتاب بیوی کو جنابت، حیض ونفاس وغیرہ کے بعد غسل پر مجبور کرنے کا حق حاصل نہیں، لیکن ایک مسلمان مرد کی بیوی ہونے کے ناطے اگر اہلِ کتاب عورت مذکورہ بالا صورتوں میں اپنی خوشی سے غسل کرلے تو یہ مستحسن اور قابلِ ستائش ہے۔ (۵)

۴- واضح رہے کہ اہلِ کتاب عورت سے شادی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد مسلمان ہوگی۔ (۶)

نیز یہ بھی واضح رہے کہ برے نام کا انسان کی شخصیت اور اس کے کردار پر کافی اثر پڑتا ہے، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اور بہترین نام رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

''عن عبد الحميد بن جبير بن شيبة قال: جلست إلى سعيد بن المسيب، فحدثني أن جدهٗ حزنا قدم على النبي ﷺ، فقال: ما اسمك؟ قال: اسمي حزن، قال: بل أنت سهل، قال: ما أنا بمغير إسما سمانيه أبي، قال ابن المسيب: فما زالت فينا الحزونة بعد. رواه البخاري.'' (مشکاۃ، ج:۲، ص:۴۰۹، ط: قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: ''حضرت عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت سعید بن مسیبؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ میرے دادا جن کا نام حزن تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میرا نام حزن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ: حزن کوئی اچھا نام نہیں ہے، بلکہ میں تمہارا نام سہل رکھتا ہوں۔ میرے دادا نے کہا کہ: میرے باپ نے میرا جو نام رکھا ہے، اب میں اس کو بدل نہیں سکتا۔ حضرت سعیدؒ نے فرمایا کہ: اس کے بعد سے اب تک ہمارے خاندان میں ہمیشہ سختی رہی۔'' (مظاہر حق جدید)

ایک اور حدیث میں ہے:

''وعن أبي وهب الجشمي قال: قال رسول الله ﷺ: تسموا بإسماء الأنبياء وأحبّ الأسماء إلى الله عبد الله وعبد الرحمٰن وأصدقها حارث وهمام وأقبحها حرب ومرة.'' (مشکاۃ، ج:۲، ص:۴۰۹، ط: قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: ''اور حضرت ابو وہب جشمیؒ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: انبیاء کے ناموں پر اپنے نام رکھو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں ...... نیز زیادہ سچے نام حارث اور ہمام ہیں اور سب سے برے نام حرب اور مرۃ ہیں۔'' (مظاہر حق جدید)

اس تمام تفصیل کے پیشِ نظر صورتِ مسئولہ میں مسلمان بچوں کے نام عیسائیوں کے ناموں جیسے رکھنا جائز نہیں، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

❺، ❻ - اہلِ کتاب چونکہ شراب پینے اور سور کا گوشت کھانے کو حلال سمجھتے ہیں، اس لیے اہلِ کتاب بیوی کے لیے اس کے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ خیال رکھے کہ اپنے مسلمان شوہر اور بچوں کے سامنے نہ کھائے پیئے۔

اور جہاں تک گھر میں شراب لانے کا یا گھر میں شراب بنانے کا تعلق ہے تو چونکہ اس سے بچوں کی تربیت متاثر ہوسکتی ہے، اس لیے ایک مسلمان شوہر اپنی اہلِ کتاب بیوی کو گھر میں شراب بنانے اور لانے سے منع کرسکتا ہے۔ ⑦

❼ - واضح رہے کہ اسلام نے انسان کے بدن کو پاک قرار دیا ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، اس لیے غیر مسلموں میں جب تک ظاہری نجاست نہ ہو تو ان کے ساتھ ایک برتن میں کھانا اور ان کے ہاتھ کی بنی ہوئی یا اس کی چھوئی ہوئی چیزیں مسلمانوں کو لینا اور کھانا جائز ہے، تاہم اعتقادی اختلاف باعثِ کراہت ہے، اس لیے اجتناب بہتر ہے۔ [۸] لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی اور ذریعہ نہ ہو تو اہلِ کتاب بیوی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھایا جا سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

❽ - واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ ادب واحترام اور حسنِ سلوک سے پیش آنے کا قرآن مجید میں بار بار حکم فرمایا ہے اور ان کو معمولی سے معمولی تکلیف دینے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۔'' (سورۂ اسراء، آیت: ۲۳)

ترجمہ: ''اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو، اگر تیرے پاس ان میں ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جاویں، سو ان کو کبھی ہاں سے ہوں بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔'' (بیان القرآن)

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے بھی والدین بلکہ بالخصوص والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کا کئی احادیث میں حکم دیا ہے، چند ایک یہ ہیں:

''عن أبي هريرةؓ قال: قال رجل: يا رسول الله! من أحق بحسن صحابتي، قال: أمك، قال: ثم من؟ قال: أمك، قال: ثم من؟ قال: أمك، قال: ثم من؟ قال: أبوك.'' (مشکاۃ، ج:۲، ص:۴۱۸، ط: قدیمی کتب خانہ)

''حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری اچھی رفاقت یعنی میری طرف سے حسنِ سلوک واحسان اور خدمت گزاری کا سب سے زیادہ مستحق کون شخص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ۔'' (مظاہرِ حق جدید)

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

''وعن أسماء بنت أبي بكرؓ قالت: قدمت علي أمي وهي مشركة في عهد قريش، فقلت: يا رسول الله! إن أمي قدمت علي وهي راغبة، أفأصلها؟ قال: نعم، صليها.'' (مشکاۃ، ج:۲، ص:۴۱۹، ط: قدیمی)

ترجمہ: ''اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری والدہ شرک کی حالت میں مکہ مکرمہ سے مدینہ آئیں، جب کہ قریش کے ساتھ صلح کا زمانہ تھا، یعنی مدینہ میں میری والدہ کے آنے کا واقعہ اس زمانہ کا ہے، جب کہ صلح حدیبیہ کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا تھا اور میری والدہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور وہ اسلام سے بیزار ہیں، کیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔'' (مظاہر حق جدید)

لیکن یہ واضح رہے کہ یہ فرمانبرداری کا حکم صرف اس وقت تک ہے جب تک وہ کسی خلافِ شریعت کام پر مجبور نہ کریں۔ اگر والدین خلافِ شریعت کام پر مجبور کریں تو اس میں ان کی فرمانبرداری نہ صرف ضروری نہیں، بلکہ ناجائز ہے، لیکن حسنِ سلوک اور ادب واحترام بہر حال ضروری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا'' (سورۂ لقمان، آیت: ۱۵، پارہ: ۲۱)

ترجمہ: ''اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو ان کا کچھ کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا۔'' (بیان القرآن)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مسلمان بچے اہلِ کتاب ماں کی ہر قسم کی فرمانبرداری کے پابند ہوں گے، لیکن جو باتیں دینِ اسلام سے ہٹ کر یا شریعت سے متصادم ہوں، ان میں اہلِ کتاب ماں کی فرمانبرداری نہیں۔

❾- چونکہ اہلِ کتاب بیوی سے پیدا شدہ اولاد مسلمان ہوگی (جیسا کہ گزر چکا)، تو اگر اہلِ کتاب ماں اپنی اولاد کو بچپن سے چرچ لے جائے گی تو وہ چرچ جانے کے عادی بن جائیں گے، حالانکہ مسلمان کا گرجا چرچ وغیرہ جانا مکروہ (ناجائز) ہے۔ نیز اس سے ان مسلمان بچوں کی مذہبی نقطۂ نظر سے تربیت پر بھی اثر پڑے گا، اس لیے مسلمان شوہر اپنی اہلِ کتاب بیوی کو بچوں کو چرچ لے جانے سے سختی سے منع کرے، تاکہ مستقبل میں وہ کفر سے محفوظ رہیں۔ [۹]

❿- اہلِ کتاب بیوی اپنی عبادات اور مذہبی تہوار اپنے مذہبی طریقے سے ادا کرسکتی ہے۔ وہ گھر میں جہاں بھی چاہے اپنے مذہبی طریقے سے عبادت کرسکتی ہے، لیکن اگر وہ عبادت کے لیے چرچ یا گرجا جانا چاہے تو مسلمان شوہر اس کو چرچ جانے سے منع کرسکتا ہے، جیسے ایک مسلمان بیوی کو اس کا شوہر مسجد جانے سے منع کرسکتا ہے۔ [۱۰]

نیز اہلِ کتاب بیوی کے لیے گھر میں اس طرح کی کوئی چیز لٹکانا یا لگانا جو شعائرِ اہلِ کتاب میں سے

ہو، اس کی بھی شرعاً اجازت نہیں۔ (۱۱)

حاصل یہ کہ اہلِ کتاب بیوی مخصوص دائرہ میں رہ کر اپنے مذہبی تہوار اور عبادات اپنے مذہبی طریقہ سے ادا کرسکتی ہے۔

⓫- چونکہ اہل کتاب بیوی سے نکاح تب ہی معتبر ہوتا ہے جب اسلامی طریقہ سے کیا جائے، تو نکاح کے اس بندھن کو اگر کبھی توڑنے کی ضرورت پیش آئے تو بھی وہی طریقہ اختیار کیا جائے گا جو اسلام میں متعارف ہے، اور وہ ہے اسلام کا نظامِ طلاق۔ (۱۲)

لہٰذا جیسے ایک مسلمان بیوی کو طلاق دی جاتی ہے، اسی طرح اہلِ کتاب بیوی کو بھی دی جائے گی۔ اگر مسلمان شوہر اپنی اہلِ کتاب بیوی کو ایک یا دو طلاق رجعی دے دے تو عدت کے اندر اس کو رجوع کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر عدت گزر گئی یا طلاق بائن دی ہو تو دوبارہ رشتۂ زوجیت قائم کرنے کے لیے تجدیدِ نکاح (یعنی نئے مہر کے ساتھ نیا نکاح) لازم ہوگی۔ اور اگر تین طلاق دے دے تو اہلِ کتاب بیوی اپنے شوہر پر حرمتِ مغلظہ کے ساتھ حرام ہوجائے گی۔ رجوع یا تجدیدِ نکاح کی اجازت نہیں ہوگی، تا آنکہ وہ مسلمان شوہر کی عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرے اور حقوقِ زوجیت کی ادائیگی کے بعد دوسرا شوہر از خود طلاق دے یا اس کا انتقال ہوجائے اور دوسرے شوہر کی عدت بھی گزر جائے تو پہلے شوہر سے نکاح جائز ہوگا۔ (۱۳)

⓬- چونکہ پردہ مسلمانوں کا ایک خالص مذہبی معاملہ ہے، اس لیے شرعاً اہلِ کتاب عورت کو اس کا پابند نہیں کیا جاسکتا، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی جس آیت میں پردے کا حکم فرمایا ہے، اس آیت میں ''نساء المؤمنین'' کا ذکر ہے، یعنی مؤمنین کی عورتیں، جن میں بیویاں بھی داخل ہیں، اس لیے اہلِ کتاب بیوی کو بھی پردے میں رہنا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ'' (احزاب)

ترجمہ: ''اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کرلیا کریں تھوڑی سی اپنی چادریں۔'' (بیان القرآن)

نیز اہلِ کتاب بیوی کا مسلمان شوہر اپنی بیوی کو باہر نکلنے اور بے پردگی سے روکنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ (۱۴)

⓭-جس طرح ایک مسلمان بیوی اپنے شوہر کے فوت ہونے کی صورت میں عدتِ وفات گزار کر دوسرا نکاح کرنے میں آزاد ہوتی ہے، اسی طرح اہلِ کتاب بیوی بھی شوہر کے فوت ہونے کی صورت میں عدتِ وفات گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے میں آزاد ہوگی۔ (عدت کی تفصیل آرہی ہے)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔'' (البقرۃ: ۲۳۴)

ترجمہ: ''پھر جب اپنی معیاد (عدت) ختم کرلیں تو تم کو کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لیے کچھ کارروائی (نکاح کی) کریں قاعدہ کے موافق۔'' (بیان القرآن)

⑭- مسلمان شوہر اگر اپنی اہلِ کتاب بیوی کو طلاق دے یا وہ انتقال کرجائے تو اس کی اہلِ کتاب بیوہ مطلقہ پر عدت گزارنا لازم ہوگا۔ طلاق واقع ہونے کی صورت میں عدت تین ماہواریاں ہوگی اور شوہر کے انتقال کی صورت میں عدت چار مہینے دس دن ہوگی۔ اور اگر حاملہ ہو تو پھر دونوں صورتوں میں عدت وضع حمل ہوگی۔ [15]

لیکن یہ واضح رہے کہ جس طرح ایک مسلمان بیوہ پر دورانِ عدت سوگ گزارنا لازم ہوتا ہے اور بلاضرورت گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہوتا، اہلِ کتاب بیوہ کے لیے یہ حکم نہیں، وہ اگر دورانِ عدت باہر نکلنا چاہے تو نکل سکتی ہے، نیز اس پر سوگ گزارنا لازم نہیں۔ [16]

ہاں! اگر اہلِ کتاب بیوہ دورانِ عدت مسلمان ہوجائے تو پھر اس پر باقی عدت میں سوگ گزارنا لازم ہوگا۔ [17]

⑮- اگر اہلِ کتاب بیوی کفر ہی کی حالت میں مرجائے تو اگر اس کا کوئی رشتہ دار اس کا ہم مذہب موجود ہو تو بہتر یہی ہے کہ اس کی لاش اسی کے لیے چھوڑ دی جائے، تاکہ وہ جس طرح چاہے اسے دفن وغیرہ کرلے اور اگر اس کا کوئی رشتہ دار اس کے مذہب کا نہ ہو تو اس کے مسلمان شوہر پر اس کا غسل وکفن ودفن واجب تو نہیں، البتہ ان کے لیے اتنا جائز ہے کہ غسل وکفن اور دفن کا جو مسنون طریقہ ہے، اس کی رعایت کیے بغیر اسے ناپاک کپڑے کی طرح دھوکر کپڑے میں لپیٹ کر کسی گڑھے میں دبادے۔ [18]

⑯- چونکہ اختلافِ دین وعقیدہ مانعِ ارث ہے، اس لیے کافر مسلمان کی میراث نہیں لے سکتا اور نہ ہی مسلمان کو کافر کی میراث دی جاسکتی ہے۔ [19]

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مسلمان شوہر کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم ہوگا، اہلِ کتاب بیوہ کو کچھ نہیں ملے گا۔ اسی طرح اہلِ کتاب بیوی کے مرنے کی صورت میں اس کے مسلمان شوہر کو اس کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملے گا، بلکہ اس کے کافر ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

⑰- ایسے امور میں کسی غیر مسلم کا تعاون کرنا تعاون علی المعصیۃ کے مترادف ہے۔ [20]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'' (سورۂ مائدہ، آیت: ۲، پارہ: ۶)

ترجمہ: ''اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔'' (بیان القرآن)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مسلمان شوہر اپنی کمائی سے اپنی اہلِ کتاب بیوی کو مذہبی نظریات کے پرچار اور عبادت خانوں کی تعمیر کے لیے رقم نہیں دے سکتا اور نہ ہی وہ لینے کی مجاز ہے۔

حوالہ جات

① -فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

''نکاح غیر الکتابیۃ لا یجوز للمسلم بحال ونکاح الکتابیۃ جائز للمسلم سواء کانت حربیۃ أو غیر حربیۃ.'' (ج:۷، ص: ۳، الفصل الثامن في بیان ما یجوز من الأنکحۃ وما لا یجوز، ط: إدارۃ القرآن والعلوم الإسلامیۃ، کراتشی)

فتاویٰ شامی میں ہے:

''(وصح نکاح کتابیۃ) وإن کرہ تنزیہا (مؤمنۃ بنبي) مرسل (مقرۃ بکتاب) منزل وإن اعتقدوا المسیح إلٰہا.'' (ج:۳، ص: ٤٥، فصل في المحرمات، ط: سعید)

② -ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ'' (سورۃ مائدۃ، آیۃ:۵)

ترجمہ: ''اور پارسا عورتیں بھی جو مسلمان ہوں اور پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں جب کہ تم ان کو ان کا معاوضہ دے دو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ، نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو۔'' (بیان القرآن)

③ -فتاویٰ شامی میں ہے:

''(و ینعقد) متلبسا (بإیجاب وقبول).'' (ج:۳،ص:۹، کتاب النکاح، ط:سعید)

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

''مباشرۃ النکاح في المسجد مستحب.'' (ج:۲،ص:۵۱، ط: رشیدیہ، کوئٹہ)

''الدر المختار'' میں ہے:

''و یندب إعلامہ وتقدیم خطبۃ وکونہ في مسج یوم جمعۃ بعاقد رشید وشيء وعدول.'' (ج:۳،ص:۸، ط:سعید)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''و یکرہ للمسلم الدخول في البیعۃ والکنیسۃ وإنما یکرہ من حیث أنہٗ مجمع الشیاطین لا من حیث أنہ لیس لہ من الدخول.'' (ج:۵،ص:۳۴۶، ط: رشیدیہ، کوئٹہ)

④ -حدیث شریف میں ہے:

''الطہور شطر الإیمان.'' (مشکاۃ، ج:۱،ص:۳۸، ط، قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: ''پاک رہنا آدھا ایمان ہے۔'' (مظاہر حق جدید)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''الفصل الثالث في المعاني الموجبۃ للغسل وهي ثلاثۃ: منها الجنایۃ والسبب الثاني الإیلاج ومنها الحیض والنفاس.'' (ج:۱،ص:۱۴-۱۶، ط: رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ -فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

''لیس علیہ إجبارها علی الغسل من دم الحیض والنفاس والجنایۃ.'' (ج:۲،ص:۷، ط: إدارۃ القرآن کراچی)

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

''الذمیۃ إن کان لها زوج مسلم فجامعها لا تؤمر بالاغتسال إن کانوا لا یغتسلون.'' (ج:۱،ص:۷۴، ط: رشیدیہ کوئٹہ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''ولا یجبرها علی الغسل من دم الحیض والنفاس والجنابۃ کذا في السراج الوهاج.'' (ج:۱،ص:۲۸۱، ط: رشیدیہ، کوئٹہ)

احکام القرآن للجصاص میں ہے:

''وقال مطرف عن الشعبي في قولہ تعالی (والمحصنا من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم) قال إحصان الیهودیۃ والنصرانیۃ أن تغتسل من الجنابۃ وأن تحصن فرجها.'' (ج:۲،ص:۴۵۹، ط: قدیمی کتب خانہ)

⑥ - چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

’’لو كان أحد أبو يه مسلما يعطى له حكم الإسلام لأن الإسلام يعلو ولا يعلى عليه.‘‘ (ج:۲،ص:۱۰۷،ط:سعید)

شرح ملا مسکین میں ہے:

’’(والولد يتبع خير الأبو ين دينا) فإن كان أحد الزوجين مسلما فالولد على دينه.‘‘ (ج:۱،ص:۱۶۹،ط:دار الکتب العلمیہ)

⑦ - خلاصة الفتاویٰ میں ہے:

’’ويمنعها من إدخال الخمر بيته.‘‘ (ج:۴،ص:۳۴۸،ط:رشیدیہ،کوئٹہ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

’’ثم إذا تزوج المسلم الكتابية فلها منعها ومن اتخاذ الخمر في منزله.‘‘ (ج:۱،ص:۲۸۱،ط:رشیدیہ،کوئٹہ)

⑧ - فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

’’ولا بأس بطعام اليهود والنصارى كله من الذبائح وغيرها و يستوي فيه الجواب بين أن يكون اليهود والنصارى من أهل الحرب أو من غير أهل الحرب وكذا يستوي أن يكون اليهود والنصارى من بني إسرائيل أو من غيرهم كنصارى العرب وحكى عن الحاكم الإمام عبد الرحمن الكاتب أنه إن ابتلى به المسلم مرة أو مرتين فلا بأس به وأما الدوام عليه فيكره.‘‘ (ج:۵،ص:۳۴۷،ط:رشیدیہ،کوئٹہ)

⑨ - فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

’’يكره للمسلم الدخول في البيعة والكنيسة.‘‘ (ج:۵،ص:۳۴۶،ط:رشیدیہ،کوئٹہ)

⑩ - فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

’’المسلم إذا تزوج ذمية فله أن يمنعها عن الخروج إلى الكنائس والبيع.‘‘ (ج:۳،ص:۷،کتاب النکاح،ط:ادارۃ القرآن)

خلاصة الفتاوی میں ہے:

’’وله أن يمنعها من الخروج إلى البيعة كما يمنعها من الخروج إلى المساجد.‘‘ (ص:۴۷،ط:رشیدیہ،کوئٹہ)

⑪ - فتاوی عالمگیری میں ہے:

’’قال القدوري في النصرانية تحت مسلم لا تنصب في بيته صليبا وتصلى في بيته حيث شاءت.‘‘

(ج:۵،ص:۳۴۶،ط:رشیدیہ،کوئٹہ)

⑫ - فتاوی عالمگیری میں ہے:

’’المسلمة والكتابية والأمة في وقت طلاق السنة سواء.‘‘ (ج:۱،ص:۳۴۶،ط:رشیدیہ،کوئٹہ)

⑬ - فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

’’إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذٰلك أو لم ترض.‘‘ (ج:۱،ص:۴۷۰،ط:رشیدیہ،کوئٹہ)

’’وإذا كان الطلاق بأسا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة و بعد انقضائها وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا يدخل بها ثم يطقها أو يموت عندها.‘‘ (ج:۱،ص:۴۷۲-۴۷۳،ط:رشیدیہ،کوئٹہ)

⑭ - چنانچہ خلاصة الفتاوی میں ہے:

’’وله أن يمنعها من الخروج إلى البيعة كما يمنعها من الخروج إلى المساجد.‘‘ (ج:۱،ص:۴۷،ط:رشیدیہ،کوئٹہ)

⑮ - فتاوی شامی میں ہے:

’’والذمية لو طلقها مسلم أو مات عنها تعتد اتفاقا.‘‘ (ج:۳،ص:۵۲۶،ط:سعید)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

’’إذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا أو ثلاثا وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية.‘‘ (ج:۱،ص:۵۲۶،ط:رشیدیہ،کوئٹہ)

شرح ملا مسکین میں ہے:

”وعدة الحرة مطلقا سواء كانت صغيرة أو كبيرة أو كافرة أو مسلمة موطوءة أو غير موطوءة (للموت أربعة أشهر وعشر) ليال فيتناول بإزائها من الأيام.“ (ج:۱،ص:۲۰۳،ط:دار الکتب العلمیۃ)

الدر المختار میں ہے:

”وللموت أربعة أشهر وعشر مطلقا وطئت أو لا ولو صغيرة أو كتابية تحت مسلم.“ (ج:۳،ص:۵۱۰،ط:سعید)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”وعدة الحامل أن تضع حملها كذا في الكافي سواء كانت حاملا وقت وجوب العدة أو حبلت بعد الوجوب وسواء كانت المرأة مسلمة أو كتابية وسواء كانت عن طلاق أو وفاة أو متاركة.“ (ج:۱،ص:۵۲۸،ط:رشیدیہ کوئٹہ)

⑯ -فتاویٰ شامی میں ہے:

”لا حداد على سبعة: كافرة وصغيرة ومجنونة.“ (ج:۳،ص:۵۳۲، فصل في الحداد، ط:سعید)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ولا يجب الحداد على الصغيرة والمجنونة الكبيرة والكتابية والمعتدة من نكاح فاسد.“ (ج:۱،ص:۵۳۴،ط:رشیدیہ کوئٹہ)

⑰ -فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”لو أسلمت الكافرة في العدة لزمها الإحداد في ما بقي من العدة.“ (ج:۱،ص:۵۳۴،ط:رشیدیہ کوئٹہ)

⑱ -فتاویٰ شامی میں ہے:

”ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبة الكافر الأصلي عند الإحتياج فلو لا قريب فالأولى تركه لهم (من غير مراعاة السنة) فيغسله غسل الثوب النجس ويلفه في خرقة ويلقيه في حضرة. وفي الشامية: ويغسل المسلم أي جوازا لأن من شرط وجوب الغسل كون الميت مسلما قال في البدائع: حتى لا يجب غسل الكافر لأن الغسل وجب كرامة وتعظيما للميت والكافر ليس من أهل ذلك.“ (ج:۲،ص:۲۳۰،ط:سعید)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وإن مات الكافر وله ولي مسلم يغسله ويكفنه ويدفنه ولكن يغسل غسل الثوب النجس ويلف في خرقة ويحفر حضرة من غير مراعاة سنة التكفين واللحد ولا يوضع فيه بل يلقى.“ (ج:۱،ص:۱۶۹،ط:رشیدیہ کوئٹہ)

⑲ -فتاویٰ شامی میں ہے:

”وموانعه الروح والقتل واختلاف الدين.“ (ج:۶،ص:۷۶۶،ط:سعید)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”واختلاف الدين أيضا يمنع الإرث والمراد به الاختلاف في الإسلام والكفر.“ (ج:۶،ص:۴۵۴،ط:رشیدیہ کوئٹہ)

”الكفار يتوارثون في ما بينهم بالأسباب التي يتوارثون بها أهل الإسلام في ما بينهم من النسب والسبب.“ (ایضاً)

⑳ -فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ذمي سأل مسلما على طريق البيعة لا ينبغي للمسلم أن يدله على ذلك لأنه إعانة على المعصية.“

(ج:۲،ص:۲۵۰،ط:رشیدیہ کوئٹہ)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد عبد المجید دین پوری	شعیب عالم	احسان اللہ حسن
		تخصصِ فقہِ اسلامی

جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی